عقیدہ ظہورِ مہدی

قرآن کریم، احادیث نبویؐ اور تاریخ کی روشنی میں

تالیف

علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

ناشر

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

مکان نمبر ۳ ـ ۷ ـ ۱ ـ ے ـ بلاک نمبر۱ ـ ناظم آباد ـ کراچی ۷۴۶۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب سے خانہ کعبہ پر ایک گمراہ، بے دین اور بقول لوگوں کے ایک مرتد فرقے نے قبضہ کیا، اور ظہور مہدی کا دعویٰ کیا۔ اسی وقت سے مہدویت کی بحث خاص و عام کی زبان پر جاری اور اخبارات کی زینت بنی ہوئی ہے۔

لیکن سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ اگر مہدویت سے متعلق احادیث قطعی طور پر صحیح ہیں اور حقیقتاً اس کا عقیدے سے کچھ تعلق ہے۔ اور فی الواقع آنے والے مہدی کا نام محمد اور باپ کا نام عبداللہ ہے تو موجودہ مدعی مہدویت کے گروہ کے مرتد ہو گئے کی کیا دلیل ہے؟ ہماری عقل اس فتوے کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

موجودہ اہل سنت اور فرقہ جعفریہ دونوں فرقوں میں مہدی کے ظہور کا تصور کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے۔ لیکن دونوں کے مہدی جداگانہ ہیں۔ اہل سنت کے مہدی تو ابھی وجود میں بھی نہیں آئے۔ اور شیعوں کے مہدی ایک ہزار سال قبل پیدا ہو کر مفقود ہو گئے۔

ہمارا تعلق چونکہ اہل سنت سے ہے۔ اسی لئے ہماری بحث کا تعلق بھی سنی مہدی سے ہے۔ اہل سنت کی کتابوں میں مہدی سے متعلق جتنی احادیث پائی جاتی ہیں۔ کیا فی الواقع وہ صحیح احادیث ہیں یا شیعہ حضرات کی روایات سے متاثر ہو کر اہل سنت نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ موضوعات اور رجال کی کتابوں میں محدثین کرام نے ایسی ہزارہا احادیث پر بحث کی ہے۔ جو کتب اہل سنت میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن دراصل وہ موضوع، منکر اور شدید ضعیف ہیں۔

ہم جب اس نظریئے کے تحت کتب احادیث کی چھان بین کرتے ہیں تو صحیح بخاری صحیح مسلم اور موطا امام مالک جیسی صحیح کتابوں میں کسی ایسی ایک روایت کا وجود نظر نہیں آتا۔ بلکہ یہ روایات نسبتاً کم درجے کی کتابوں میں نظر آتی ہیں۔ جیسے سنن ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ۔ ان میں مہدی سے متعلق متعدد احادیث ملتی ہیں۔ یہ تینوں

کتابیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک بلکہ سنن نسائی کے بھی ہم پلہ نہیں ہیں۔ کیونکہ ان میں ضعیف، منکر، منقطع اور مرسل ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ان پر صحت کا حکم اکثریت کے لحاظ سے لگایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے خود متعدد روایات کو ضعیف اور منکر قرار دیا ہے۔ جو اس امر کا ثبوت ہے کہ ان کتابوں میں ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔

ظہور مہدی سے متعلق روایات چند اقسام پر مبنی ہیں۔

۱۔ بعض احادیث تو ایسی ہیں جن میں قربِ قیامت کی علامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان روایات میں مہدی کا کوئی ذکر نہیں۔ مثلاً یہودیوں اور رومیوں سے جنگ یا دجال کے ظہور کے واقعات یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا واقعہ، ان میں سے بہت سے واقعات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان احادیث میں مہدی کا کسی جگہ کوئی ذکر موجود نہیں۔ ان واقعات کو زبردستی مہدی سے متعلق کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح وہ احادیث جن میں ایک عادل خلیفہ کا ذکر ہے جو لوگوں کو بے پناہ مال دے گا۔ صحیح مسلم وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کسی جگہ یہ موجود نہیں کہ وہ مہدی ہوگا یا اس کا نام محمد ہوگا۔ ان احادیث کو بھی زبردستی مہدی کے ساتھ چسپاں کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ انہی احادیث کو دیکھ کر مہدویت کی روایات وضع کی گئی ہوں۔

۲۔ کچھ روایات ایسی ہیں جن میں مہدی کا ذکر ہے۔ جن میں سے بعض روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہدی اہل بیت سے ہوں گے۔ بعض میں ان کے صفات اور ان کا نام بیان کیا گیا ہے۔ ہماری بحث انہی روایات سے ہے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ضعیف روایات اعتقادات میں قطعاً قابلِ قبول نہیں ہوتیں، بلکہ اگر روایت صحیح بھی ہے اور وہ درجۂ تواتر تک نہیں پہنچتی تو اس پر عقیدے

کی بنیاد ہرگز قائم نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ عقیدے کی بنیاد ظنیات (گمان) پر نہیں رکھی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ؕ

ترجمہ:۔ یقیناً ظن حق میں کچھ کام نہیں آتا۔

میرے نزدیک اس موضوع پر جتنی روایات پائی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں ہم سطور ذیل میں ان روایات پر محدثانہ بحث کریں گے۔ یہ بھی عرض کر دیں کہ ہم بھی ایک انسان ہیں۔ ممکن ہے بلحاظ انسانیت ہم سے کسی غلطی کا ارتکاب ہو رہا ہو تو علماء سے ہماری عرض ہے کہ وہ ہمیں ہماری خامیوں کے بارے میں متنبہ کریں گے۔

اس مسئلہ پر سب سے بہترین حدیث حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث ہے۔ جس کے الفاظ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ اگر دنیا کے خاتمہ میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو طویل فرما دے گا۔ حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص اٹھے گا۔ جس کا نام وہی ہوگا جو میرا نام ہے اور اس کے باپ کا نام بھی وہی ہوگا جو میرے باپ کا نام ہے۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی"۔ ابوداؤد ج۲۔ ص ۲۳۹ ترمذی ج۲۔ ص ۵۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی مطبوعہ قرآن محل۔ ترمذی کا قول ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لیکن یہ روایت "تین زمانوں تک "خبر واحد" رہی"۔ اسے ان الفاظ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہؓ سے اس کو روایت کرنے والے صرف زرؓ بن حبیش ہیں۔ اور ان سے عاصم کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ہاں عاصم سے روایت کرنے والے متعدد حضرات ہیں۔ جن کے الفاظ میں اختلاف بھی ہے۔

جہاں تک حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا تعلق ہے تو تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ سب عادل ہیں وہ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ زرؓ بن حبیش کی ذات پر بھی کسی نے جرح

نہیں کی۔ بلکہ بعض احادیث سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی صحابیٔ رسول تھے۔ لیکن
جہاں تک عاصمؒ کا تعلق ہے تو ان کی ذات انتہائی مشکوک ہے۔ یہ تو دنیا تسلیم کرتی ہے کہ
وہ قرات کے سب سے بڑے امام ہیں۔ بلکہ آج تمام روئے زمین پر انہی کی قرات کے
مطابق تلاوت قرآن کی جاتی ہے۔ لیکن حدیث میں ان کا کیا مقام ہے؟ تو ابن عدیؒ کامل
میں اور ذہبیؒ میزان الاعتدال میں رقم طراز ہیں کہ عاصمؒ قرات میں تو مسلّم ہیں لیکن حدیث میں
قابل تسلیم نہیں۔ اگرچہ فی الواقع یہ سچے ہیں۔ لیکن انہیں احادیث میں اکثر وہم ہوتا تھا۔ ابن خراشؒ
کہتے ہیں ان کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ امام الرجال یحیٰؒ بن سعید القطان فرماتے ہیں ' میں نے
جتنے بھی ایسے افراد کو دیکھا جن کا نام عاصم تھا۔ ان سب کا حافظہ خراب پایا۔ امام ذہبیؒ کہتے
ہیں کہ اگرچہ ان سے امام بخاری و امام مسلم نے بھی روایت لی ہے۔ لیکن وہ بطور شہادت لی
ہیں اسے وسیل کے طور پر پیش نہیں کیا۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ عاصمؒ ثقہ ہیں۔ لیکن
حدیث میں غلطیاں بہت کرتے ہیں' امام ابوحاتمؒ رازی فرماتے ہیں کہ وہ اس لائق نہیں کہ انہیں
ثقہ کہا جا سکے۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۷ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ۔ غالباً
یہی وجہ ہے جو امام بخاری و امام مسلم نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔ ورنہ عاصمؒ کے علاوہ
اس کے تمام روات ثقہ ہیں۔ اس لحاظ سے یہ روایت محدثینؒ کی نظر میں حجت نہیں اور نہ یہ صحت
کے معیار پر پوری اترتی ہے۔ بلکہ بقول ابن خراشؒ منکر اور بقول ابی حاتمؒ ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہؒ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے ایک اور حدیث نقل کی ہے جس کے
الفاظ بالکل جداگانہ ہیں۔ اس روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے' اتنے میں بنوہاشم کی ایک جماعت
آئی' انہیں دیکھ کر حضورؐ رو نے لگے اور آپ کے چہرۂ مبارک کی رنگت تبدیل ہو گئی۔ ہم نے
عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے
آپ نے فرمایا۔ ہم اہل بیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند فرمایا

ہے اور میرے بعد میرے اہل بیت کو تکالیف پہنچیں گی۔ اور انہیں دھکے دیے جائیں
گے۔ حتیٰ کہ مشرق کی جانب سے ایک گروہ آئے گا جس کے ساتھ سیاہ جھنڈے ہوں گے
لوگ ان سے خیر کا سوال کریں گے تو وہ انہیں کچھ نہ دیں گے۔ جس پر لوگ ان سے جنگ کریں
گے تو اللہ کی جانب سے اس گروہ کی مدد کی جائے گی۔ جس پر وہ لوگوں کی خواہشات پوری
کریں گے۔ لیکن ان کو خلیفہ تسلیم نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ یہ گروہ میرے اہل بیت میں سے ایک
شخص کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا۔ جو زمین کو انصاف سے اسی طرح بھر دے گا۔
جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوتی تھی۔ اس زمانہ کے جو لوگ اس گروہ کو پائیں وہ اس گروہ
کے پاس پہنچ جائیں۔ خواہ انہیں برف پر گھسٹ کر جانا پڑے۔ ابن ماجہ ترجمہ ج ۲
ص ۵۲۳ مطبوعہ قرآن محل۔

یہ روایت جن لغویات سے معمور ہے انہیں نظر انداز بھی کر دیا جائے تو اس میں مہدی
کا کوئی ذکر نہیں۔ اور یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پہلی روایت کے بالکل خلاف ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل بیت کی اصطلاح قرآن اور احادیث صحیحہ میں
ازواج مطہرات کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ اہل بیت کے معنی ہیں "گھر والا یا گھر والی"
اور اولاد باپ کی "گھر والی" نہیں ہوتی اور نہ کوئی صاحب عقل اس کا تصور کر سکتا ہے۔

یہ بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ بنوعلیؓ اور بنوعباسؓ دونوں اپنے اہل بیت ہونے
کے مدعی تھے اور بنوعباسؓ نے اہل بیت ہی کے نام سے خلافت حاصل کی تھی۔

یہ بھی تاریخی طور پر مسلمہ حقیقت ہے کہ بنوعباسؓ نے حصولِ خلافت کے لئے سیاہ رنگ
کو اپنا شعار بنایا تھا۔ اور تمام خلفائے عباسیہ سیاہ لباس پہنتے رہے اور خلافت عباسیہ
کے خاتمہ کے بعد شیعہ حضرات نے اسے اپنا لیا۔ چونکہ اس روایت میں سیاہ جھنڈوں کا ذکر
ہے اس لئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ روایت خلافت عباسیہ کے قیام کے لئے وضع کی گئی
اور چونکہ اولاد علیؓ بھی بنوعباسؓ کے ساتھ تھی۔ اس لئے بعد میں اس روایت کو شیعہ اور

سنی دونوں طبقوں نے اپنے اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا اور چونکہ اس روایت میں اہل بیت کا اطلاق بنو ہاشم پر کیا گیا ہے اس لیے آنے والا شخص، حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ، حارث بن عبدالمطلب، زبیر بن عبدالمطلب، ابولہب بن عبدالمطلب اور ابوطالب کی اولاد میں سے کسی کی نسل سے بھی ہو سکتا ہے جو لوگ اس کے دعویدار ہیں کہ وہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا یہ روایت ان کے جواب کے لیے کافی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ روایت پہلی روایت سے بھی زیادہ مہمل ہے۔ اس کے دو راوی مجروح ہیں، علی بن صالح اور یزید بن ابی زیاد الکوفی۔ حافظ ابن حجرؒ علی بن صالح کے بارے میں فرماتے ہیں یہ مجہول ہے امام ذہبی میزان میں فرماتے ہیں اس پر حدیثیں وضع کرنے کا الزام ہے۔ میزان الاعتدال ج۔ ۳ ص ۱۳۳۔ مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ۔ گویا اس روایت کا واضع علی بن صالح ہے اور جس طرح سے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے، اسی طرح اس نے اس جھوٹ میں عبداللہؓ بن مسعود، علقمہؒ اور ابراہیم نخعیؒ کو بھی شامل کر لیا ہے۔ کیونکہ جو شخص حضورؐ کی جانب جھوٹی بات منسوب کر سکتا ہے۔ اس کے لیے دوسروں کی جانب جھوٹ منسوب کرنا بہت آسان ہے۔

دوسرا راوی یزید بن ابی زیاد الکوفی ہے۔ یہ کوفہ کے مشہور علماء میں شمار ہوتا تھا لیکن اس کا حافظہ بہت خراب تھا۔ امام یحییٰؒ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ قوی نہیں اور نہ اس کی حدیث حجت ہے۔ امام عبداللہؒ بن المبارک فرماتے ہیں۔ اس کی روایت اٹھا کر باہر پھینک دو۔ امام وکیعؒ بن الجراح جو امام ابوحنیفہ کے چالیس سال کاتب رہے، فرماتے ہیں یہ جھنڈوں والی حدیث کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں اس کی حدیث کی کوئی حقیقت نہیں۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ بلکہ ابواسامہؒ تو اس حدیث کے بارے میں یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر یزید بن ابی زیاد پچاس قسمیں کھا کر بھی یہ کہے کہ اس نے یہ حدیث ابراہیم نخعیؒ سے سنی ہے تب بھی میں اس کی تصدیق نہ کروں گا۔ کیونکہ نہ تو ابراہیم نخعیؒ کا یہ مذہب تھا

نہ علقمہؒ کا اور نہ عبداللہ بن مسعودؓ کا۔ ابن عدیؒ کہتے ہیں۔ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں ابن فضیلؒ فرماتے ہیں یہ اپنے زمانے کے شیعوں کا امام تھا۔ میزان ج۔ ۴ ص ۴۲۴ مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ۔

اس موضوع پر حضرت علیؓ سے بھی متعدد احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے ایک روایت امام ابوداؤدؒ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر زمانہ کے خاتمہ میں ایک روز بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص مبعوث فرمائے گا۔ جو زمانہ کو اس طرح عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔

اس روایت سے اوّل تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اہل بیت سے کیا مراد ہے اور پہلی روایت کی رو سے تمام بنو ہاشم مراد ہیں۔ ثانیاً یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ مہدی ہوگا۔ نہ اس کا نام اور اس کی کوئی صفت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بنو ہاشم کا ہر عادل حاکم اس حدیث کے تحت داخل ہوگا۔

اس روایت کے اتفاق سے دو راوی شیعہ ہیں ایک فضل بن دکین اور دوسرا فطر بن خلیفہ۔ جہاں تک فضل بن دکین کا تعلق ہے وہ اگرچہ حافظ الحدیث سمجھے جاتے تھے لیکن شیعہ ہیں۔ محدثین کہتے ہیں، یہ غالی قسم کے شیعہ نہ تھے اور نہ صحابہ پر تبرا کرتے تھے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ جب فضل بن دکین کسی شخص کی تعریف کرے، اور یہ کہے کہ وہ بہت عمدہ آدمی ہے تو سمجھ لو کہ وہ شخص ضرور شیعہ ہے۔ میزان ج۔ ۳ ص ۳۵۰۔ مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ۔

کیا ایک شیعہ سے یہ ممکن نہیں کہ اس نے اپنے تشیع کے پیش نظر یہ روایت بیان کی ہو اور چونکہ وہ اہل سنت میں بھی مقبول تھا۔ اس لیے مصلحتاً اس نے مہدی کا نام حذف کر دیا ہو۔ ممکن ہے ہمارا یہ خیال علمائے اہل سنت کو ناگوار گزرے۔ کیونکہ فضل بن دکین

امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ لیکن اگر ان کی ہر روایت قابلِ قبول ہوتی تو امام بخاریؒ بھی اس حدیث کو روایت کرتے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ پھر یہ معاملہ یہاں ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ فضل بن وکین کے اس روایت میں استاد محترم اپنے شاگرد رشید سے بہت آگے نظر آتے ہیں۔ ان کا اسم گرامی فطر بن خلیفہ ہے۔

فطر کوفہ کا باشندہ ہے اگرچہ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے، لیکن دار قطنیؒ کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ لوگ اس فطر کو ثقہ سمجھتے تھے، لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا۔ خشبہ عربی میں لکڑی کو کہتے ہیں۔

انہیں خشبیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے لاٹھیاں اور ڈنڈے ہاتھ میں لے کر حکومت وقت کے خلاف خروج کیا تھا۔ (تحفہ اثنا عشریہ صہ ۲۷) مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب) گویا یہ فرقہ بلا اسباب جنگ خروج کا قائل تھا۔ فطر بن خلیفہ بھی اسی طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔

ابن عدیؒ کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں' جوزجانی کہتے ہیں' یہ گمراہ ہے ثقہ نہیں ہے۔ احمد بن یونسؒ کا بیان ہے کہ میں اسے دیکھ کر اس طرح آگے بڑھ جاتا تھا جس طرح کوئی کتے کو چھوڑ کر گذر جاتا ہے۔ میزان ج۔ ۳ صہ ۳۶۳۔ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ۔

ہم بھی احمدؒ بن یونس کی پیروی میں اس کی روایت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت علیؓ کی ایک اور روایت امام ابو داؤدؒ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کی جانب دیکھ کر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے اسے سید فرمایا ہے۔ عنقریب اس کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ اس کا نام وہی ہوگا جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا۔ وہ اخلاق میں حضورؐ کے مشابہ ہوگا۔ لیکن صورت

میں مشابہ نہ ہوگا۔ (اس جملہ کا ترجمہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے کہ وہ صورت میں حضور کے مشابہ ہوگا۔ لیکن اخلاق میں مشابہ نہ ہوگا) وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

حضرت علیؓ کے اس قول سے قطعاً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مہدی ہوگا۔ پھر شیعوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اولادِ حسینؓ سے ہوگا۔ ہمارے مہدی پرست سنیوں نے دونوں باتوں کا بھرم رکھتے ہوئے عقلی کی حیثیت سے بلا تحقیق یہ فیصلہ سنایا کہ وہ حسنی اور حسینی ہوگا۔ حالانکہ خود حضرت علیؓ اس کے دعویدار ہیں کہ وہ اولادِ حسن سے ہوگا۔

اس روایت کی پوزیشن کیا ہے! تو اسے حضرت علیؓ سے نقل کرنے والے ابو اسحاق سبیعیؒ ہیں۔ ان کا اسم گرامی عمرو بن عبداللہ ہے۔ یہ مشہور تابعی اور ثقہ ہیں۔ لیکن آخر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ اس لئے بعض محدثین نے اشتباہ کے باعث ان کی حدیث کو ترک کردیا۔ تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہوجائے کہ یہ روایت انہوں نے خرابی حافظہ سے قبل بیان کی تھی اور سننے والے نے خرابی حافظہ سے قبل سنی تھی۔ ان کی یہ روایت قبول نہیں کی جاسکتی۔

اس کے علاوہ کوفہ میں یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے تدلیس سے کام لیا۔ تدلیس محدثین کی ایک اصطلاح ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ راوی اپنے استاد کا نام چھوڑ دے اور حدیث کو استاد الاستاد کی جانب منسوب کردے۔ عام طور پر یہ عمل اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ استاد ضعیف ہو۔ اس طرح حدیث کے ضعف کو چھپایا جاتا ہے۔ امام وکیعؒ فرماتے ہیں جب کپڑے کا عیب چھپانا حرام ہے تو حدیث کا عیب چھپانا کیسے حلال ہوگا۔ اسی لئے ہم بھی ان عیوب کے اظہار پر مجبور ہیں اور بعض اوقات مدلس راوی کا یعنی جو تدلیس کر رہا ہے۔ کئی کئی راویوں کو چھوڑ دیتا ہے اور احادیث میں ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ اور مدلس کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ خاص طور پر وہ روایت جو عَنْ فُلَانٍ (فلاں سے روایت ہے) سے مروی ہو۔ لیکن اگر مدلس ثقہ ہے جیسے ابو اسحاق سبیعی وہ اگر یہ کہے کہ میں نے فلاں سے یہ روایت سنی تو یہ روایت

قابل قبول ہوگی۔ اس لئے کہ ان الفاظ سے سننے کی صراحت ثابت ہوتی ہے لیکن عن فلاں سے سماعت کی صراحت ثابت نہیں ہوتی' اور اتفاق سے یہ روایت بھی عن فلاں سے مروی ہے جو ہرگز قابل قبول نہیں۔

دوسرا عیب اس روایت میں یہ ہے کہ اس کا ایک اور راوی عمرو بن ابی قیس الرازی ہے اگرچہ وہ سچا ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا تھا۔ خود امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں۔ اس میں برائی تو کوئی نہیں' لیکن وہ حدیث میں غلطیاں بہت کرتا ہے۔ دارالنشر الکتب العربیہ تقریب ص ۲۶۲ میزان ج ۳ صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ۔

اس کا ایک اور راوی ہارون بن المغیرۃ الرازی ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں یہ ثقہ ہے لیکن خود امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں یہ شیعہ تھا۔ سلمانی کہتے ہیں۔ اس کی حدیث پر اعتراض ہے میزان ج ۴ صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ گویا اس روایت میں تین عیوب جمع ہیں۔ ایک راوی شیعہ ہے دوسرا راوی لغزشیں کرتا ہے۔ تیسرا راوی مدلس ہے اور آخر میں اس کا حافظہ بھی خراب ہوگیا تھا۔ ایسی صورت میں اس روایت کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

امام ابوداؤدؒ نے حضرت علیؓ سے ایک اور روایت ہلال بن عمرو کے ذریعہ نقل کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ماوراء النہر سے ایک شخص ظاہر ہوگا۔ جس کا نام حارث حراث ہوگا۔ اس کے لشکر کا ہراول دستہ منصور نامی شخص کے ساتھ ہوگا۔ وہ آل محمدؐ کو اسی طرح پناہ دے گا جیسے قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی۔ اس وقت ہر مومن پر اس کی مدد اور اس کی دعوت قبول کرنا واجب ہے۔

اگرچہ بظاہر اس روایت کا مہدی سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ لیکن امام ابوداؤدؒ نے اسے مہدی کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ غالباً انہوں نے آل محمدؐ سے مہدی مراد لئے ہیں۔ اسی لئے ہم اس پر تبصرہ کر رہے ہیں۔

مہدی کا نام سنتے سنتے لوگوں کی زندگیاں گذر گئیں۔ لیکن یہ حارث حراث اور منصور کا نام کسی

نے نہ سنا ہوگا۔ ہمارے علماء کہتے ہیں۔ یہ حارث حراث مہدی کے لشکر کا امیر ہوگا۔ ہمارے نزدیک تو یہ روایت جہالت علمی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار نے پناہ دی تھی نہ کہ قریش نے۔ قریش نے تو آپ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خلاف واقعہ بات کیسے فرما سکتے تھے۔ ہمارے مولویوں نے اس کی تاویل کی کہ پناہ دینے سے فتح مکہ کے بعد پناہ دینا مراد ہے۔ لیکن کوئی ان احمقوں سے دریافت کرے کیا دنیا میں کہیں ایسا ہوا ہے کہ مفتوح قوم نے فاتح کو پناہ دی ہو؟ اور یہ مطلوفہ اس وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جبکہ حضورؐ فتح مکہ کے بعد مکہ میں قیام فرماتے لیکن آپ نے مدینہ ہی میں آکر قیام فرمایا اور فتح مکہ کے بعد حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت آپ نے انصار سے فرمایا تھا۔ "جب میری قوم نے مجھے میرے شہر سے نکالا تو تم نے مجھے پناہ دی۔ اے گروہ انصار تم جہاں بھی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (بخاری و مسلم) یہ تمام امور اس روایت کے جھوٹ ہونے کا ثبوت ہیں۔

اس روایت کے دو راوی تو وہی ہیں جو سابقہ روایت کے تھے۔ یعنی عمرو بن ابی قیس جو احادیث میں غلطیاں کرتے تھے اور دوسرا ہارون بن المغیرہ جو شیعہ تھا۔ لیکن اس میں مزید دو اور راوی بھی ناقابل قبول ہیں' ایک ہلال بن عمرو اور دوسرا اس کا شاگرد ابوالحسن۔

امام ذہبیؒ میزان میں فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا یہ ابوالحسن کون ہے یعنی یہ راوی مجہول ہے اور ہلال بن عمرو کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۴ ص ۳۱۵۔ (مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ ہلال بن عمرو الکوفی بھی مجہول ہے تقریب ص ۳۶۶۔ (دار النشر الکتب الاسلامیہ)

سنن ابوداؤدؒ کے حاشیہ نویس نے اپنے حاشیہ میں امام دارقطنیؒ کے حوالہ سے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جو آج تک جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کی ہے ظاہر نہیں ہوئیں' وہ یہ ہیں کہ رمضان کی

پہلی تاریخ کو سورج گہن ہو گا۔ اور نصف رمضان میں چاند گہن ہو گا۔ یہ روایت شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے بھی اپنی کتاب علامات قیامت میں آنکھیں بند کر کے نقل کر دی ہے اور اس پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس فرضی روایت میں علی سے مراد حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں یا نہیں! غالبًا شاہ صاحب اسماء الرجال اور تاریخ سے واقف نہ تھے یا روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہو کر ضعف پرست بھی بن گئے تھے۔ اتفاق سے ہمارے علماء نے بھی یہ دونوں عیوب ان جیسے حضرات سے ورثہ میں حاصل فرمائے ہیں اور مزید یہ کہ ان علماء کو شخصیت پرستی کا مرض بھی لاحق ہو گیا تھا۔

اس کا ایک راوی جابر ہے۔ یہ جابر بن یزید الجعفی الکوفی ہے جو محمد بن علی بن حسین یعنی امام باقرؒ کا شاگرد مشہور ہے۔ کم از کم اس کا دعویٰ یہی ہے۔ لیکن جب ہم اس کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ دعویٰ سراسر جھوٹ پر مبنی نظر آتا ہے۔ یہ جابر رجعی تھا۔ فرقہ رجعیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ فرقہ رجعیہ شیعوں کا ایک طبقہ تھا جو اس بات کا قائل تھا کہ حضرت علیؓ کی شہادت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے اور بادلوں میں وہی گھومتے پھرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بادلوں سے جو کڑک پیدا ہوتی ہے وہ حضرت علیؓ کے کوڑے کی آواز ہوتی ہے اور قیامت کے قریب حضرت علیؓ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور اپنے مخالفین کو ختم کریں گے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ مخالفین حضرت علیؓ کی آمد سے قبل ہی ملک عدم پہنچ جائیں گے یعنی حضرت علیؓ تو اس دنیائے فانی میں اپنے دشمنوں کو تلاش کرنے آئیں گے اور ان کے دشمن دار البقا میں جا کر روپوش ہو جائیں گے۔ اب ہمارے علماء خود ہی فیصلہ کریں کہ جب حضرت علیؓ خود ہی تشریف لانے والے ہیں تو اب ان کی اولاد کی آمد کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

رہ گیا سورج گہن اور چاند گہن کا مسئلہ وہ محکمہ موسمیات والے پہلے ہی سے حل کر سکتے ہیں اس لئے اب عوام الناس کو کسی پریشانی میں مبتلا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں متعدد محدثین کا بیان ذکر کیا ہے کہ یہ جابر حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا اور ابو جعفر محمد یعنی جناب باقر سے روایات نقل کرتا ہے اس کا دعویٰ تھا کہ ستر ہزار احادیث تو مجھے امام باقر کی یاد ہیں اور پچاس ہزار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان تمام روایات میں سے میں نے زندگی میں ایک روایت کے علاوہ کوئی روایت بیان نہیں کی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہی روایت ہو۔ کیونکہ اس کا تعلق علم باطن سے ہے۔ اور باطنی علوم ان لوگوں سے بیان نہیں کئے جا سکتے۔ جو رمز آشنا نہ ہوں۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ علم ظاہر بن جائے گا۔ امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس جابر سے تیس ہزار روایات سنی ہیں۔ جن میں سے میں ایک کا بیان کرنا بھی حلال نہیں سمجھتا۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں عطاء بن ابی رباحؒ سے زیادہ فقیہ اور جابر جعفی سے زیادہ کذاب کوئی انسان نہیں دیکھا۔ تفصیل کے لئے "مقدمہ مسلم" "میزان الاعتدال" اور "کتاب العلل الترمذی" ملاحظہ کیجئے۔

جابر بن یزید نے یہ روایت محمد سے نقل کی ہے۔ یہ محمد حضرت امام زین العابدینؒ کے صاحبزادے اور جناب جعفرؒ کے والد ہیں۔ جو باقر کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی کنیت ابو جعفر ہے۔ گویا محمدؒ بن علی، ابو جعفر اور باقر سے ایک ہی ذات مراد ہے۔ جابر کا دعویٰ ہے کہ محمدؒ نے یہ روایت علی سے سنی ہے۔ اب علی سے کون شخص مراد ہے۔ اگر بقول شاہ رفیع الدین حضرت علیؓ بن ابی طالب مراد ہیں تو ابو جعفر باقرؒ تو بجائے ان کے والد محترم امام زین العابدینؒ بھی حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے۔ اس صورت میں درمیانی راوی غائب ہیں اور روایت منقطع ہے۔ کیا خبر کہ وہ راوی بھی جابر بن یزید کے ہم جنس ہوں۔ اگر روایت کو متصل ثابت کرنا ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ علی سے مراد علیؓ بن حسین یعنی امام زین العابدینؒ ہیں جو امام باقرؒ کے والد ہیں۔ ایسی صورت میں یہ حضرت زین العابدینؒ کا قول ہو گا۔ نہ کہ حدیث۔ اور جو شخص امام باقرؒ کی جانب سے پچاس ہزار جھوٹ بول سکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے

تیس ہزار جھوٹ بول سکتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت علی بن حسینؓ کی جانب سے جھوٹ بولنا کیا دشوار ہے اور اس کا سب سے اہم ثبوت اس روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ "ہمارا مہدی" گویا یہ بات سنیوں کے مہدی کی بیان نہیں کی جارہی ہے۔ بلکہ جابر اپنے طبقہ کے مہدی کا ذکر کر رہا ہے اور جابر کے نزدیک مہدی سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔

یہ تحقیق اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہمارے ہندو پاک کے علما نے مہدی کی روایات کو آنکھیں بند کر کے قبول کیا ہے۔

حضرت علیؓ کی ایک اور روایت امام ابن ماجہ نے بایں الفاظ نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے جن کی اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں اصلاح فرمادے گا۔ ابن ماجہ مترجمہ ج۔ ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ قرآن محل۔

گویا وہ پہلے سے تو اصلاح یافتہ نہ ہوں گے لیکن حصول حکومت کے لئے ایک ہی رات میں ان کی اصلاح کر دی جائے گی۔

اس روایت کے دو راوی مجروح ہیں۔ پہلے راوی ابراہیم بن محمد بن حنفیہ ہیں عقیلی فرماتے ہیں یہ معتبر نہیں، اور ان کی یہ حدیث منکر ہے۔ میزان ج ۱۔ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتب احیاء العربیہ۔ دوسرا راوی یاسین بن معاذ الزیات ہے یہ کوفہ کے فقہاء اور مفتیوں میں شمار ہوتا تھا۔ لیکن یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں اس کی حدیث کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ امام نسائیؒ اور ابن جنیدؒ کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں یہ من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یاسین سے مراد یاسین زیات نہ ہو بلکہ یاسین بن شیبان العجلی ہو تو امام بخاریؒ کہتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ ابن بیان کہتے ہیں کہ یاسین بن شیبان سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں۔ میزان ج۔ ۴ ص ۳۵۹۔ مطبوعہ دار الکتب احیاء العربیہ۔

اس موضوع پر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی روایات بھی پائی جاتی ہیں، جن میں سے ایک روایت مختصر اور ایک تفصیلی ہے۔ مختصر روایت صرف اتنی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہدی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے۔ ابو داؤد، ابن ماجہ۔

اس کا ایک راوی زیاد بن بیان ہے۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں۔ اس کی حدیث صحیح نہیں۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔

تفصیلی روایت اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف پیدا ہوگا تو مدینہ کا ایک شخص بھاگ کر مکہ چلا جائے گا تو مکہ کے لوگ اس کے پاس آئیں گے اور زبردستی اس کی بیعت کریں گے۔ اور رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان یہ بیعت ہوگی۔ ان کے مقابلے کے لئے شام کا ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ یہ صورت حال دیکھ شام کے ابدال اور عراق کے سرداران کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی بیعت کریں گے۔ پھر قریش کا ایک شخص ان کے مقابلے پر کھڑا ہوگا۔ جس کی ننھیال بنو کلب میں ہوگی۔ وہ ان کے مقابلے کے لئے لشکر بھیجے گا۔ خلیفہ ان پر غالب آئے گا۔ افسوس ہے اس شخص پر جو بنو کلب کی غنیمت حاصل کرنے حاضر نہ ہو۔ یہ شخص مال تقسیم کرے گا۔ اور سنت نبوی کے مطابق عمل کرے گا اور اسلام کی چکی دوبارہ چلنے لگی گی۔ یہ سات سال زندہ رہیں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہو جائے گی۔ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں۔ بعض روایات میں نو سال کا ذکر ہے۔ اس حدیث سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ مہدی ہوگا اور نہ اس کے نام کا ذکر ہے لیکن امام ابو داؤدؒ نے اسے مہدی کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ وہ شخص خلیفہ ہوگا۔ حالانکہ اب دنیا سے خلافت کا وجود ہی مٹ چکا ہے۔

۳۔ ان کی تمام لڑائی شامیوں اور عربوں سے ہوگی۔ جو خود اسلام کے نام لیوا ہیں۔

۴۔ دارالخلافہ مدینہ ہوگا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ کے بعد سے آج تک مدینہ دارالخلافہ نہیں بنا۔ اب اگر مہدی کو زبردستی ظاہر کرنا ہی مقصود ہے تو پہلے خلافت کو زندہ کیجئے۔

۵۔ اس روایت میں ابدال کا بھی ذکر ہے۔ حالانکہ تمام محدثین اس پر متفق ہیں کہ جن روایات میں ابدال اور اقطاب کا ذکر ہے وہ سب موضوع ہیں۔

۶۔ اس روایت میں شام کے ابدال کا ذکر ہے۔ کیا ابدال مکہ اور مدینہ چھوڑ کر شام میں مقیم رہتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر تو وہ نہایت ہی متبرک مقام ہے۔

حضرت ام سلمہؓ سے اسے جو شخص روایت کر رہا ہے۔ سند میں اس کا نام تک موجود نہیں اور وہ مجہول ہے اور مجہول راوی کی روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہوتی۔

دوسرا راوی صالح ابوالخلیل ہے اسے اگرچہ ابن معینؒ نے ثقہ کہا ہے لیکن ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں یہ حجت نہیں۔ تقریب صہ ۱۵۰۔ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ۔

اس موضوع کی ایک حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی مروی ہے۔ جو ابوداؤد میں پائی جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی مجھ سے ہوں گے۔ ان کی پیشانی کشادہ ہوگی اور ناک بلند ہوگی۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور سات سال مالک رہیں گے۔

اس کا ایک راوی عمران بن داؤد ہے۔ اس کی کنیت ابوالعوام ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی حدیث اچھی ہے۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں۔ ضعیف ہے خود امام ابوداؤد کا قول ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں۔ اس نے ابراہیم بن عبداللہ بن حسنؒ کے زمانے میں ایک سخت قسم کا فتویٰ دیا تھا۔ جس کی رو سے مسلمانوں کا خون بہانا جائز قرار دیا تھا۔ یزید بن زریعؒ کہتے ہیں یہ خارجی تھا اور مسلمانوں کے قتل کو جائز سمجھتا تھا۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۲۳۶۔ مطبوعہ دار احیاء

الکتب العربیہ۔

دوسرا راوی سہل بن تمام بن بزیع ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ اگرچہ سچا ہے۔ لیکن حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔ تقریب صہ ۱۳۹۔ دارنشر الکتب الاسلامیہ۔

اس کا تیسرا راوی ابونضرہ ہے۔ جس کا نام منذر بن مالک ہے۔ یحییٰ بن معینؒ وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں۔ یہ ثقہ تو ہے لیکن کسی نے اسے حجت نہیں سمجھا ہے۔ عقیلیؒ اور ابن عدیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں۔ اس کی روایت حجت نہیں۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ گویا اس روایت کے تینوں راوی مشکوک ہیں۔

امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے ایک اور حدیث نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہمیں اس بات کا خطرہ پیدا ہوا کہ ہم پر آپ کے بعد مصائب نہ آئیں تو ہم نے حضورؐ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میری امت میں مہدی ہوگا جو پانچ یا سات یا نو سال حکومت کرے گا۔ اس کے پاس ایک شخص آکر کہے گا۔ اے مہدی مجھے بھی کچھ عطا کر۔ وہ اسے کپڑے میں اتنا مال بھر کر دیگا کہ وہ اسے اٹھا نہ سکے گا۔

ابن ماجہؒ کے الفاظ ہیں کہ میری امت میں مہدی ہوگا جو سات یا نو سال حکومت کرے گا۔ ان کے زمانہ میں اتنی نعمت ہوگی کہ لوگوں نے کبھی دیکھی نہ ہوگی۔ وہ لوگ آئندہ کے لئے ذخیرہ نہ کریں گے اور مال اس وقت ڈھیروں کی طرح ہوگا۔ ایک شخص آکر کہے گا کہ اے مہدی مجھے مال دے۔ وہ کہے گا لے لو۔

اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدریؓ سے ابوالصدیق ناجیؒ نقل کر رہے ہیں اور ان سے زید العمی۔ گویا دونوں روایات کے آغاز کے راوی ایک ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دونوں کے الفاظ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ زید العمی کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ۔ یعنی جو کچھ اس کے تخیل میں آتا ہے اسے حدیث بنا کر پیش کر دیتا تھا۔ اور

"دروغ گو را حافظہ نباشد" کے مصداق اسے سابقہ بیان کردہ الفاظ بھی یاد نہ رہتے تھے
محدثین نے اس پر جرح کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ ہرات کا قاضی تھا۔ اسکے باپ
کا نام حواری ہے اور یہ ضعیف ہے۔ تقریب صہ ۱۱۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ
امام ذہبی لکھتے ہیں کہ ابوحاتمؒ کا قول ہے یہ ضعیف ہے۔ البتہ برائے تحقیق اس کی روایت
لکھ لی جائے۔ یحییٰ بن معینؒ کہتے ہیں۔ یہ کوئی شے نہیں۔ امام نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔
ابن عدیؒ فرماتے ہیں امام شعبہ نے جن جن لوگوں سے روایات لی ہے ان میں یہ سب سے
زیادہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۱۰۳۔ مطبوعہ دار احیاء کتب العربیہ۔

جہاں تک ابوالصدیق الناجیؒ کا تعلق ہے، وہ مشہور تابعی ہیں اور ان کا اسم گرامی بکر بن
عمرو ہے۔ صحاح ستہ کے تمام مصنفین نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ لیکن ابن سعدؒ کہتے ہیں
محدثین کو ان کی احادیث میں کلام ہے اور انہوں نے ان کی روایات کو منکر سمجھا ہے۔

یہ دونوں راوی تو ترمذی اور ابن ماجہ دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن ترمذی کے بقیہ
راوی ثقہ ہیں۔ جبکہ ابن ماجہ کے راویوں میں ایک اور راوی محمد بن مروان العقیلی بھی ضعیف ہے۔
امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں یہ سچا ہے۔ لیکن ابوزرعہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ یہ
ضعیف ہے۔ گویا ترمذی کی روایت پر دو اعتراض اور ابن ماجہ کی روایت پر تین اعتراض ہیں۔

ابن ماجہ نے ایک اور روایت حضرت ثوبانؓ سے نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ تمہارا ایک خزانہ حاصل کرنے میں تین شخص قتل ہوجائیں گے۔ اور تینوں خلیفہ کے بیٹے
ہوں گے۔ نتیجتہً یہ خزانہ تینوں میں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہوگا۔ پھر مشرق کی جانب سے سیاہ
جھنڈے ظاہر ہوں گے وہ تمہیں اس بری طرح قتل کریں گے کہ پہلے تمہیں اس طرح کسی نے قتل
نہ کیا ہو۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اور بات فرمائی جسے میں محفوظ نہ رکھ
سکا۔ (یعنی کام کی بات محفوظ نہیں رہی) اور آخر میں فرمایا کہ جب تم اسے دیکھو تو بیعت کر لو۔
خواہ بیعت کے لئے تمہیں برف پر گھسٹ کر جانا پڑے۔ (کیا مہدی سائبیریا کے علاقہ میں ہوگا

ہے۔ کیونکہ عرب سے تو برف کا کوئی تعلق نہیں) کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔
اوپر بھی متعدد روایات میں مشرق کا ذکر آچکا ہے۔ لیکن ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ
مشرق کا تعین کس مقام سے کیا جائے گا۔ اگر مدینہ سے مشرق مراد ہے تو مدینہ کے مشرق
میں عراق کا علاقہ ہے پھر تو مہدی کو عراق و ایران میں تلاش کرنا چاہیئے۔

جہاں تک سیاہ جھنڈوں کا تعلق ہے تو تاریخ اسلام میں سب سے پہلے سیاہ جھنڈے
ابو مسلم خراسانی کے ساتھ آئے تھے۔ اور بنو امیہ کا قتل عام کیا گیا تھا۔ اور اتفاق سے منصور
عباسی کے بیٹے کا نام بھی مہدی تھا۔ کہیں اس منصوبے کا تذکرہ تو نہیں ہو رہا ہے اور غالب
غالباً اس سلسلہ درمیان کے الفاظ بھی بھول گیا ہے کہ کہیں یہ راز فاش نہ ہوجائے۔

اس کا راوی عبدالرزاق بن ہمام ہے۔ اس سے اگرچہ تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔
لیکن اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ وہ شیعوں کے اس طبقے سے تعلق رکھتا ہے جسے "رافضی"
کہا جاتا ہے۔ اس کی روایت میں جو یہ حدیث مشہور ہے کہ جب تم میرے منبر پر معاویہؓ کو دیکھو تو قتل
کر دو" اسے حدیث کہ میں نے خواب میں بنو امیہ کو منبر پر بندروں کی طرح کودتے دیکھا تو مجھے
ناگوار ہوا جس پر سورۃ قدر نازل ہوئی۔ ان جہلات کا راوی بھی یہی عبدالرزاق ہے۔ یحییٰ بن
معین کہتے ہیں کہ اگر یہ عبدالرزاق مرتد بھی ہو جائے تب بھی ہم اس کی روایات ترک نہ کریں گے۔
کیونکہ یہ بھی خود اس کے رافضی ہونے کے مقر ہیں۔ عباس بن عبدالعظیم العنبری کا قول ہے کہ
قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں عبدالرزاق کذاب ہے۔ بلکہ واقدی کذاب
اس سے زیادہ سچا ہے۔ امام عبداللہ بن المبارکؒ کے بھائی زید بن المبارکؒ فرماتے ہیں۔ میں نے
اس سے ابتداء میں روایات لکھی تھیں۔ لیکن پھر سب کو جلا دیا۔ کیونکہ اس نے (خاکم بدہن) حضرت
عمرؓ کو احمق قرار دیا تھا۔ یحییٰ بن معینؒ کہتے ہیں کہ عبدالرزاق تو عبیداللہ بن موسیٰ سے بھی زیادہ
غالی رافضی ہے۔ میزان ج ۲ صہ ۶۰۸، مطبوعہ دار احیاء کتب العربیہ۔

یہ بھی محدثین کے نزدیک ایک مسلمہ اصول ہے کہ شیعہ راوی کی وہ روایت ہرگز قبول نہ

کی جائے گی جس سے اہلبیت کی فضیلت یا صحابہ کی برائی ثابت ہوتی ہو۔ یہی وجہ ہے جو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے اس روایت کو نظر انداز کیا۔ حالانکہ ان ہر دو حضرات نے عبدالرزاق سے اور موضوعات سے متعلق متعدد روایات نقل کی ہیں۔ یہ عبدالرزاق آخر میں نابینا ہوگیا تھا اور حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ نتیجتہً حدیث بیان کرنا ہوتا اور کوئی سامع اپنی جانب سے کچھ الفاظ بولتا تو انہیں بھی حدیث میں داخل کر دیتا۔

ابن ماجہ نے ایک اور حدیث حضرت انسؓ بن مالک سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور اہل جنت کے سردار ہیں۔ یعنی میں، حمزہؓ، علیؓ، جعفرؓ، حسنؓ، حسینؓ اور مہدی۔

گویا حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد، اسی طرح حارثؓ بن عبدالمطلب، زبیر بن عبدالمطلب اور دیگر چچا ان کی اولاد جنت کی سردار نہیں۔ کیونکہ وہ عبدالمطلب کی اولاد نہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ علیؓ و جعفرؓ کے بڑے بھائی عقیلؓ بن ابی طالب اور ان کی اولاد بھی عبدالمطلب کی اولاد ہونے سے خارج ہیں۔ اسی لئے وہ جنت کی سردار نہیں۔ کم از کم مسلم بن عقیلؒ کو اس میں داخل کرنا چاہئے تھا۔ اور یہ بھی ہماری عقل میں نہیں آیا کہ حضرات زین العابدینؒ، باقرؒ، جعفرؒ، تقیؒ، نقیؒ، موسیٰ کاظمؒ اور حسن عسکریؒ وغیرہ کیوں اولاد عبدالمطلب ہونے سے خارج ہوئے۔

اس کا ایک راوی علی بن زیاد الیمانی ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ اس کا نام علی نہیں بلکہ عبداللہ ہے اور ابوالعنا کنیت ہے اور یہ ضعیف ہے۔ تقریب صفحہ ۲۴۳۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ نیز امام بخاریؒ کا قول ہے یہ منکر الحدیث ہے۔

اس روایت کے مزید دو راوی ہدبہ بن عبدالوہاب اور سعید بن عبدالحمید بن جعفر بھی قطعاً مجہول ہیں۔ حتیٰ کہ ابن عدیؒ، ذہبیؒ اور ابن حجرؒ نے ان کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ کیا خبر کہ یہ دونوں ملک عدم سے وجود میں بھی آئے تھے یا نہیں؟

امام ابن ماجہؒ نے ایک اور روایت عبداللہؓ بن حارث بن جزء الزبیدی سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے اور وہ مہدی کی حکومت قائم کریں گے۔

اہل مکہ اور اہل مدینہ بلاوجہ فکر میں مبتلا ہیں۔ لیکن ہاں یہ خطرہ ضرور ہے کہ کہیں وہ مشرق سے اپنے ساتھ مہدی کو پکڑ نہ لائیں۔

اس کا ایک راوی عمرو بن جابر الحضرمی ہے۔ اس کی کنیت ابوزرعہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں یہ حضرت جابرؓ سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں، یہ معتبر نہیں ہے۔ عبداللہ بن لہیعہؒ کا بیان ہے کہ انتہائی احمق تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ حضرت علیؓ بادلوں میں گھومتے پھرتے ہیں، وہ ہمارے پاس بیٹھا ہوتا اور کوئی بادل دیکھتا تو جھٹ کہتا کہ وہ حضرت علیؓ تشریف لے جا رہے ہیں یہ ایک احمق بڈھا تھا۔ میزان ج ۳ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار احیاء کتب العربیہ۔

گویا یہ شیعوں میں سے فرقہ رجعیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ جن کے نزدیک مہدی کے بجائے حضرت علیؓ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ ایسی صورت میں مہدی سے حضرت علیؓ مراد ہوں گے۔

لطف یہ کہ عبداللہ بن لہیعہ جو یہ تمام لطیفہ نقل کر رہا ہے اور اسے احمق بھی قرار دے رہا ہے۔ پھر خود اس سے مہدی والی روایت بھی نقل کرتا ہے۔ گویا وہ خود بھی حماقت کے ارتکاب میں اس سے پیچھے نہیں۔ اس عبداللہ بن لہیعہ کے بارے میں سخت اختلاف ہے بعض محدثین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں یہ ثقہ تھا لیکن اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور اس کی تمام بیاضیں جل گئیں۔ جس کے بعد اس کی احادیث میں غلط باتیں شامل ہوگئیں۔ اس لئے اس کے بعد کی تمام روایات ناقابل قبول ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے اس حادثہ سے قبل اس سے روایات سنی تھیں وہ قبول کی جائیں گی۔ حادثہ سے قبل روایات سننے والوں میں عبداللہ بن المبارکؒ، عبداللہ بن وہبؒ اور عبداللہ بن عمر التواریریؒ ہیں۔ اور اتفاق سے

اس روایت کو یہ حضرات نقل ہی نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اسے نقل کرنے والا عبدالغفار بن ابی داؤد ہے اور اس نے آگ کے حادثہ کے بعد روایات سنی ہیں۔

اس کے برعکس محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ وہ ابتداء ہی سے ضعیف ہے۔ اس کے قائل امام یحیٰی بن سعید القطانؒ، امام بخاریؒ، امام نسائیؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ ہیں۔ ابو حاتمؒ کہتے ہیں۔ اسکی حدیث مضطرب ہوتی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں اس کی حدیث پر کوئی نور نہیں ہوتا۔ یحیٰی بن معینؒ کہتے ہیں وہ آگ لگنے سے پہلے بھی ضعیف تھا۔ اور بعد میں بھی ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں وہ غالی شیعہ ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ وہ ضعیف راویوں سے روایت کرتا اور پھر ان کے ناموں کو چھپاتا ہے۔ ابو زرعہؒ کہتے ہیں۔ اس کے گھر میں کوئی آگ نہیں لگی تھی وہ جھوٹ بولتا ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں میں نے اپنی کتاب میں اس سے صرف ایک روایت لی ہے کیونکہ وہ ضعیف ہے۔

یہ تو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایات کا حال ہے اور جو روایات بعد کے مصنفین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان کا کیا حال ہوگا۔ انہیں انہی روایات پر قیاس کر لیجئے۔ اس قسم کی احادیث پر کیا کسی عقیدے کی بنیاد قائم کی جا سکتی ہے ؟ کم از کم اس ناچیز کی عقل تو اسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ بے شک بعض علماء کے نزدیک اس قسم کی متعدد روایات جمع ہو کر ظن کا فائدہ ضرور دیتی ہیں اور وہ ظن عمل کے جواز کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لیکن عقیدے کے لئے احادیث صحیح متواترہ کا ہونا شرط ہے۔ حالانکہ ان میں سے ایک روایت بھی درجہ صحت تک نہیں پہنچتی۔ اور عقیدے کے لئے ظن کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۔ یقیناً ظن حق میں کچھ کام نہیں آتا۔

بلکہ کفار کا ایک عیب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ ظن کی پیروی کرتے ہیں۔

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ان میں سے اکثر صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ظنیات پر عقیدے کی بنیاد قائم نہیں کی جا سکتی اور نہ بلا تحقیق

ہر روایت کو قبول کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۔ (اے ایمان والو جب تمہارے پاس کوئی بدعمل خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو کہیں تم کسی قوم پر حملہ کر بیٹھو اور بعد میں نادم ہو)

اس لئے امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں۔ یہ سندات کی تحقیق بھی دین ہے۔ تم اپنا دین حاصل کرنے سے قبل اس کی تحقیق کر لیا کرو کہ دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔

اس لئے ہم نے تمام روایات کا تجزیہ پیش کر دیا ہے۔ اب قارئین خود ہی فیصلہ فرما لیں کہ مہدی کا کوئی وجود ہے یا نہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی وہ دعا بھی یاد رکھئے جو آپ نے امیر معاویہؓ کے لئے فرمائی تھی۔ اے اللہ (اسے ہادی اور مہدی بنا دیجئے) اسے ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والا بنا دیجئے۔ اور اس کے ذریعے دوسروں کو ہدایت عطا کیجئے۔ (ترمذی ج۔۲ صہ ۲۴۷ مطبوعہ قرآن محل) اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور بلحاظ سند یہ حدیث گذشتہ تمام روایات سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس کے اکثر راوی بخاری کے راوی ہیں۔ بقیہ راوی مسلم کے راوی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ شرط مسلم پر صحیح ہے اور جب یہ روایت صحیح اور سابقہ تمام روایات ضعیف، منکر اور مردود ہیں تو کیوں نہ یہ تسلیم کیا جائے کہ اگر روئے زمین پر کوئی مہدی ہے تو وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اگر وہ اس منصب پر فائز نہیں ہو سکتے تو ان کے بعد کوئی اور مہدی نہیں۔ اس لئے میں اس حدیث کی بنا پر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ دراصل ہمارے مہدی امیر معاویہ ہیں اور وہ اس دار فانی سے کوچ فرما چکے۔ اب کوئی آنے والا مہدی باقی نہیں رہا۔

اگر مہدی سے مراد لغوی معنی ہیں۔ یعنی ہدایات یافتہ ہوا۔ تو اس معنی کے لحاظ سے ہزار ہا مہدی گذر چکے ہیں اور آئندہ بھی برابر آتے رہیں گے۔ بلکہ وہ ایک وقت میں سینکڑوں کی تعداد میں بھی ہو سکتے ہیں، خواہ ان کا نام محمد ہو یا عبداللہ یا یزید نام سے کچھ بھی فرق واقع نہ ہوگا۔

اور نہ ان کی صرف آمد سے امت مشکلات سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس کا واحد علاج صرف یہ ہے کہ سب پکے مومن بن جائیں اور باہم متحد ہو جائیں۔ ورنہ اگر ایسی صورت میں مہدی بھی ظاہر ہو گئے تو اس امت کے اکثر افراد انہیں بھی قبول نہ کریں گے بلکہ ہر فرقہ انہیں اپنے مسلک کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے گا۔ اور ممکن ہے کہ وطنیت اور صوبائیت کے پیش نظر بھی ان کی مقبولیت اور عدم مقبولیت پر ایک نئی بحث اور نئے فتنے کا دروازہ کھل جائے اور پھر یہ فتنہ مختلف قسم کے فتنوں کو جنم دے۔ ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ اگر وہ پیدا ہو چکے ہیں تو اپنے ظہور کے تخیل سے باز رہیں اور اگر ابھی عالم وجود میں تشریف نہیں لائے تو اللہ سے ہماری دعا ہے کہ وہ کبھی تشریف نہ لائیں۔ تاکہ امت مزید نئے فتنوں سے دوچار نہ ہو۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ کچھ ضعیف روایات اس قسم کی بھی پائی جاتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی حضرت عباسؓ کی اولاد سے ہوں گے۔ ان تمام امور کے برعکس امام ابن ماجہؒ حاکمؒ اور ابن عبدالبرؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔

لا مھدی الا عیسٰی بن مریم

عیسیٰ بن مریم کے علاوہ کوئی مہدی نہیں۔

اگرچہ یہ روایت بھی درجۂ صحت تک نہیں پہنچتی۔ لیکن جب ضعیف روایات ہی کا سہارا پکڑنا ہے تو کیوں نہ اس روایت کا سہارا پکڑا جائے۔ ہمارے نزدیک یہ تمام روایات ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔ ان میں سے کسی روایت پر بھی عقیدے کی بنیاد قائم نہیں کی جا سکتی۔

اسلام سے قبل یہود و نصاریٰ اس بات کے مدعی تھے کہ ایک آنے والا آنے گا۔ اگرچہ اس آنے والے سے مراد حضورؐ کی ذاتِ اقدس تھی۔ اور وہ آ چکی۔ لیکن چونکہ یہود و نصاریٰ نے حضورؐ کی نبوت کا انکار کیا۔ اس لئے وہ آج تک ایک آنے والے کے منتظر ہیں۔

ان کی دیکھا دیکھی سب سے پہلے سبائی فرقہ اس کا قائل ہوا کہ حضرت علیؓ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ فرقہ کیسانیہ اس کا قائل ہے کہ محمد بن حنیفہؒ زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

تیسرا گروہ اس کا قائل ہے کہ آنے والا اولادِ عباسؓ سے ہوگا۔

ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ آنے والا اولادِ حسنؓ سے ہوگا۔

ایک اور گروہ اسے اولادِ حسینؓ سے بیان کرتا ہے۔

ایک فرقہ اسے حسنی اور حسینی بیان کرتا ہے۔

ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اس لئے کہ ان کی آمد کا تذکرہ متعدد احادیث میں روایت کیا گیا ہے ؎

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عربی زبان میں مہدی ہر ہدایت یافتہ کو کہا جاتا ہے۔ یہ کسی مخصوص شخص کا لقب نہیں۔ اور نہ قرآن و سنت میں یہ لفظ کسی مخصوص شخص کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ بلکہ ہم جہاں تک احادیث صحیحہ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عربیت کے لحاظ سے اسے عام طور پر استعمال فرمایا ہے اور اس کا ثبوت

؎ یہ نقطۂ نظر عام اہل سنت کا ہے لیکن بعض محققین اس آیت قرآنی کے پیش نظر " وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ " (اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا۔ بھلا اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ ہمیشہ جیتے رہیں گے) الانبیاء آیت ۳۴ --- اور بہت سے دوسرے دلائل کی بنا پر حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی کے قائل نہیں ہیں۔

نوٹ: اس مضمون پر ہماری کتاب " انتظار مہدی و مسیح " بہت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتی ہے۔ مطالعہ فرمائیے۔ ادارہ

وہ مشہور حدیث ہے جو حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن ذی الخلصہ کو گرانے کے لئے بھیجا جو کعبہ یمانیہ کہلاتا تھا۔ تو حضرت جریرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔ جریرؓ کا بیان ہے کہ آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ حتیٰ کہ آپ کی انگلیوں کے نشان میرے سینے پر نظر آنے لگے اور فرمایا۔ اے اللہ اسے گھوڑے پر ثابت رکھ۔ اور اسے ہادی اور مہدی بنا دے۔ صحیح بخاری ج۔ ا ص ۴۲۴

سنن کی مشہور حدیث ہے۔ میری سنت اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس حدیث میں آپ نے لفظ مہدی کو جمع کے طور پر استعمال کیا ہے اور خلفاء راشدین کو مہدی قرار دیا ہے۔ جس سے یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی بہت سے ہوں گے۔ وہاں یہ بھی ہوتا ہے کہ ہر وہ خلیفہ جو ہدایت پر گامزن ہو وہ خلیفہ راشد بھی ہے اور مہدی بھی ہے اور امیر معاویہ اس میں بدرجہ اولیٰ داخل ہیں کیونکہ ان کی مہدئیت کے لئے حضورؐ نے دعا فرمائی۔ اسی طرح حضرت جریرؓ بن عبداللہ بھی مہدی ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی مہدی ہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے تمام صحابہ کرام مہدی ہیں۔

تعجب تو یہ ہے کہ جس طبقہ فکر میں ہزاروں اور لاکھوں مہدی گذر چکے ہوں اور ان کی زندگی کا نمونہ ان کے سامنے موجود ہو۔ پھر بھی وہ ایک خیالی مہدی کے تصور میں سرگرداں ہو۔ تو اس سے بڑھ کر حیرت کا مقام کیا ہوگا۔

حدیث اور فن حدیث کی کتابیں جن کا حوالہ اس کتابچے میں ہے

صحیح بخاری۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ کی تصنیف ہے۔ یہ حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب سمجھی جاتی ہے۔ امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں جتنی صحت کا اہتمام کیا ہے۔ اتنا کسی دوسرے مصنف نے نہیں کیا۔ حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک۔

صحیح مسلم۔ اسکے مرتب مسلم بن حجاج قشیری ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں انتہائی صحت کا اہتمام کیا ہے اور ہر حدیث کی صحیح سندات جمع کی ہیں۔ ۲۶۱ھ میں انکی وفات ہوئی۔ حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک۔

سنن نسائی۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمان اور اسم گرامی احمد بن شعیب ہے۔ انہوں نے بھی انتہائی صحت کا اہتمام کیا ہے۔ لیکن ان کی کتاب میں صرف مسائل فقہیہ سے متعلق احادیث پائی جاتی ہیں۔ سندات اور ان کے اختلاف کو خوب وضاحت کے ساتھ بیان کرتے اور ان کی خامیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک۔

سنن ابی داؤد۔ امام ابوداؤد کا اسم گرامی سلیمان بن اشعث ہے۔ سجستان کے باشندہ ہیں۔ ۲۷۵ھ میں وفات ہوئی۔ ان کی کتاب میں مسائل فقہیہ کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ ان کے مزاج پر فقہی غلبہ زیادہ تھا۔ اس لئے فقہی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے حدیث ضعیف، منقطع، مرسل اور معلول روایات کا سہارا بھی لیتے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات ان پر جرح بھی کرتے ہیں۔ مسائل فقہیہ کے لحاظ سے یہ سب سے اہم کتاب ہے۔ حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک۔

جامع ترمذی۔ اس کے مصنف محمد بن عیسیٰ ترمذی ہیں۔ المتوفی ۲۷۹ھ۔ ان کی کتاب ایک نرالی قسم کی کتاب ہے۔ اولاً سرخی قائم کرتے اور اس موضوع پر جو حدیث صحیح ہوتی ہے اسے پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی حدیث صحیح موجود نہیں پاتے جو نسبتاً کم ضعیف ہو تو اسے بیان کرکے اس پر جرح کرتے پھر صحابہ اور علماء کا مسلک بیان کرتے ہیں۔ حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک۔

سنن ابن ماجہ۔ اس کے مصنف محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی ہیں۔ ان کی وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی۔ حدیث کی صحیح کتابوں میں سے ایک۔

المؤطا۔ اس کے مصنف امام مالک بن انس المدنی ہیں جو ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصنیف آج کی حدیث کی موجودہ کتابوں میں سب سے اول تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ یہ غیر ثقہ راوی سے کوئی روایت نقل نہیں کرتے۔ ماہرین اور ناقدین حدیث کے ایک طبقے کے نزدیک بلحاظ صحت اس کا مقام بخاری و مسلم سے زیادہ ہے لیکن اس میں زیادہ تر صحابہ و تابعین کے اقوال اور انہی کی فقہی آراء پائی جاتی ہیں۔ اسی باعث ایک لحاظ سے یہ فقہی کتاب ہے۔

میزان الاعتدال۔ یہ حافظ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان المتوفی ۷۴۸ھ کی تصنیف ہے جو ذہبی کے لقب سے مشہور ہیں یہ امام ابن تیمیہ کے ہم عصر ہیں۔ حدیث، اصول حدیث، رجال، جرح و تعدیل اور علل کے امام ہیں۔ ان فنون میں یہ بہت سے متقدمین پر بھی فوقیت رکھتے ہیں۔ حدیث کی صحت و ضعف پر ان کے قول کو حجت سمجھا جاتا ہے۔ ان کی یہ کتاب میزان امام ابن عدی کی کامل کا خلاصہ ہے۔ جس میں دس ہزار کے قریب راویوں پر بحث کی گئی ہے۔

تقریب۔ یہ حافظ ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ دراصل یہ ان کی کتاب تہذیب التہذیب کا خلاصہ ہے۔ جو خود انہوں نے کیا ہے۔ اس سے

راویان حدیث کا مختصر سا خاکہ جلد ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ لیکن حافظ صاحب جرح کے معاملہ میں بہت نرم واقع ہوئے ہیں ذرا سے سہارے پر بھی راوی کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر راوی حنفی المذہب ہو تو معمولی سے سہارے پر اسے ضعیف ثابت کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کے بعد ان جیسی ہستی بھی کوئی نہیں گزری اس لحاظ سے یہ علمی تحقیق کا آخری سہارا ہیں۔

کتاب العلل۔ اس نام کی متعدد کتابیں ہیں۔ ایک کتاب امام ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ کی بھی ہے جو جامع ترمذی کے آخری صفحہ کے طور پر شامل ہے۔

سیرت الرسول محمد بن عبدالوہاب

البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیر) حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی المتوفی ۷۷۴ھ